جناب محمد بشیر ایم اے

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ـــــ مشاہیر کی نظر میں

(۲)

مولانا محمد تقی خان صاحب دہلوی تلمیذ رشید مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ ایک استفتا کے جواب میں حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں :

راقم الحروف نے حضرت ممدوح مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مغفور و مرحوم مصنف اس کتاب (تقویت الایمان) کو بخوبی دیکھا اور فیوض و برکات ربانی ان کی صحبت سے اور انوار ایمانی ان کی مجلس وعظ و نصیحت میں پائے اور ہزاروں منکرین خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقر اور ہزاروں فاسقین دائم الخمر اور زانی بدکار ان کی صحبت سے تائب اور پارسا ہو گئے [1]

مصنف تذکرۂ علمائے ہند رقم طراز ہیں :

"مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ابن مولوی عبد الغنی بن مولانا شاہ ولی اللہ در دیانت و رسائی فکر یگانۂ روزگار و مشارٌ علیہ علمائے کبار بود" [2]

مولانا سید عبد الحی حسنی لکھنوی اپنی مشہور تصنیف نزہۃ الخواطر میں رقم فرما ہیں۔

(شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) وقت کی نادرۂ روزگار ہستی تھے۔ یادِ خدا میں دل و جان سے مشغول رہتے، علمی افادہ و استفادہ ان کا مشغلہ تھا، حسنِ اخلاق، پاکیزہ فطرت، دلیری، دین میں مضبوطی، حاضر جوابی، فصاحت اور ردّ بِر کلام آپ کے اوصافِ عالیہ تھے۔ آپ کی گفتگو کی سحر طرازی اس قدر نکتہ سنجی اور سچی حقیقتوں سے لبریز ہوتی کہ مخالف سے مخالف آدمی بھی بالآخر آپ کے لیے رام ہو جاتا اور راضی خوشی آپ کا شریک کار بن جاتا [3]

---

[1] عزیز الدین مراد آبادی، اکمل البیان، ص ۸۱۲

[2] رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۷۹ (نولکشور ۱۹۱۴)

[3] عبد الحی، نزہۃ الخواطر - ج ۷، ص ۵۷

ڈاکٹر سید عبداللہ صدر شعبۂ اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لکھتے ہیں :

شاہ صاحب جس عظیم تہذیب کے فرد تھے اس میں عام طور سے مکمل شخصیت کے انسان پیدا کیے جاتے تھے ... حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خاندان یوں بھی مستجمع الصفات تھا، اس خانوادے کی ایک امتیازی خصوصیت یہی یہ تھی کہ اس کے نامور افراد بیک وقت کئی کئی شعبہ ہائے کمال میں فائق و ممتاز تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ عبدالغنیؒ ـــــ ان میں سے ہر ایک سپہرِ علم کا آفتاب تھا۔ یہی امتیاز حضرت شاہ اسمعیلؒ کو حاصل تھا۔ مجاہدِ عظیم، محقق، فقیہ، واعظ ـــــ اور ان سب اوصافِ فائقہ کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی۔[۵۴]

ڈاکٹر ایس۔ ایم اکرام لکھتے ہیں :

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا نام مولوی عبدالحی صاحب کے بعد لیا جاتا ہے، لیکن سید صاحب کی اصلاحی کوششوں کو جتنی تقویت اور رونق آپ سے ہوئی، شاید ہی کسی اور فردِ واحد کی مدد سے ہوئی ہو ... آپ کی ذات میں بڑی خوبیاں جمع تھیں ... آپ بڑے بہادر اور زیرک جرنیل تھے اور سرحد کے جن معرکوں کی کمان آپ کے ہاتھ میں تھی وہ اکثر کامیاب رہے۔ .. آپ زبردست مقرر اور با اثر واعظ تھے۔ آپ کے وعظ و ارشاد نے مسلمانوں کی مذہبی اور ذہنی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ سامعین بلکہ مخالفین پر بھی مولانا محمد اسمٰعیل کے وعظ کا جو اثر ہوتا تھا، اس کا اندازہ معاصرانہ تحریروں مثلاً آثار الصنادید سے ہوسکتا ہے۔ ان کی علمی قابلیت، عقلِ سلیم، تیز منطق اور زورِ کلام کا ثبوت ان کتابوں سے ملتا ہے جو انھوں نے یادگار چھوڑیں[۵۵]

مولانا نسیم احمد فریدی رقم طراز ہیں :

شاہ عبدالغنی کی شہرت ان کے صاحبِ فضیلت فرزند شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی کے ذریعے مقدر ہو چکی تھی۔ بڑی سے بڑی کوئی کتاب بھی شاہ عبدالغنی تصنیف کرتے تو ان کو وہ لازوال اور ابدی معروفیت حاصل نہ ہوتی جو اس عالمِ دینِ متین، محافظِ ملت، مجاہد و شہید فی سبیل اللہ فرزند کے دینی کارناموں سے حاصل ہوئی، بہرحال ان کے لیے یہی بات کافی ذریعۂ افتخار ہے کہ ان کی تربیت سے ان کا نورِ چشم اتنی صفات کا مالک ہوا کہ ان کا احاطہ مشکل

---

۵۴ سیف محمد خالد، کلام شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، ص ۱۵، ۱۶ - فیصل آباد

۵۵ اکرام، ایس۔ ایم ۲ موجِ کوثر، ص ۳۷، ۳۸

ہے۔[۵۶] آپ کے معاصرین میں سے بڑے بڑے دعویدارانِ علم کو آپ کی قابلیت کا لوہا ماننا پڑا اور آپ کی علمی ہیبت ہمیشہ ان کے قلوب پر طاری رہی۔[۵۷]

مولانا سعید احمد اکبر آبادی تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح باعتبار علم و فضل و تقویٰ و طہارت ان عظیم المرتبت بزرگوں میں سے تھے، جو صدیوں میں کبھی پیدا ہوتے ہیں"[۵۸]

مولانا موصوف ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ہندوستانی مسلم انقلابی شخصیتوں میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا درجہ بہت بلند ہے، انھوں نے ایک ایسی تحریک کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد اسلام کی سربلندی تھا۔ نیز وہ ذرائع کلیتہً اسلامی تھے جو اس انقلاب کو پیدا کرنے کے لیے بروئے کار لائے گئے۔[۵۹]

پروفیسر خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں:

شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں ایک جگہ اشارہ کیا تھا کہ "اگر موقع و محل کا اقتضا ہوتا تو میں جنگ کر کے عملاً اصلاح کرنے کی قابلیت اور صلاحیت رکھتا تھا"[۱۰] زمانہ کا یہ تقاضا نہ تھا اس لیے وہ خاموش ہو رہے، کچھ عرصہ کے بعد حالات نے ایک مجاہد کو پکارا تو شاہ صاحب کی یہ "صلاحیت" شاہ محمد اسمٰعیل کی صورت میں نمودار ہوئی۔ شاہ محمد اسمٰعیل، شاہ صاحب کے پوتے تھے اور "حضرات ثلاثہ"[۱۱] کی صحبت اور تربیت سے انھوں نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا تھا جو شاہ ولی اللہ کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ تھا۔[۱۲]

انھوں نے ہزاروں کے اجتماع میں وعظ کیے، سینکڑوں کو بدعت سے نکالا، سنت پر جمایا اور جہاد کے

---

۵۶ فریدی، نسیم احمد، "شاہ اسمٰعیل شہید رح مختصر سوانح"، ص ۴۔ بھیرہ ضلع سرگودھا ۱۹۷۶ء ۵۷ ایضاً

۵۸ سعید احمد اکبر آبادی، مسلمانوں کا عروج و زوال، ص ۲۳۹ ۔ دہلی ۱۹۶۳ء

۵۹ ایضاً، مقالہ "اسلامی انقلاب کا پہلا علم بردار" مشمولہ در مقالات "شاہ اسمٰعیل شہید" مرتبہ عبداللہ بٹ، ص ۱۰۶، ۱۰۷۔

۱۰ ولی اللہ شاہ، تفہیمات الٰہیہ ۔ ج ۱، ص ۱۰۱

۱۱ یہ اصطلاح شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

۱۲ نظامی، خلیق احمد، تاریخی مقالات، ص ۲۴۹ ۔ دہلی ۱۹۶۶

لیے تیار کیا، ان کی اس مسلسل کوشش نے عروقِ مُردہ میں ایک نئی روح پھونک دی ... انھوں نے مسلمانوں میں جو روح پھونک دی تھی اس کے مظاہرے ان کی شہادت کے بعد عرصہ تک ہوتے رہے[۱۳]۔

سرسید کا بیان ہے :

اس واقعہ کو (یعنی شہادت کو) چودہ پندرہ برس گزرتے ہیں اور چونکہ یہ طریقہ آخر الزمان میں بنیاد ڈالا ہوا ان حضرات کا ہے اب تک اس سنت کی پیروی عباد اللہ نے ہاتھ سے نہیں دی اور ہر سال مجاہدین اوطانِ مختلفہ سے بہ نیتِ جہاد اسی نواح کی طرف راہی ہوا کرتے ہیں اور اس امرِ نیک کا ثواب آپ کی روحِ مطہر کو پہنچتا رہتا ہے[۱۴]۔

مولانا مناظر احسن گیلانی تحریر کرتے ہیں :

سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک اسلامی ہند کے مسلمانوں کے لیے دینی تلاطم اور روحانی انقلاب کی لاہوتی نعمت تھی، جو مادی حکومت سے محروم ہو جانے کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو قدرت کی طرف سے عطا ہوئی[۱۵]۔

مولانا عبد المجید سالک لکھتے ہیں :

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ نے روحِ جہاد تازہ کی۔ ملت کو سخت کوشی کا سبق دیا جس کو وہ صدیوں سے فراموش کر چکی تھی۔ ملت کے سیاسی اقتدار کو واپس لانے کی جدوجہد میں اپنی جانیں ہنسی خوشی نثار کر دیں، غرض ان بزرگوں نے اس صنم خانۂ ہند میں اسلام کے عقائد، اعمال، افکار اور ثقافتی اقدار کو محفوظ کر دینے میں جس ہمت و عزیمت کا ثبوت دیا، اس کی مثالیں دور دور تک نایاب ہیں[۱۶]۔

عبد اللہ ملک لکھتے ہیں :

تحریک کی کامیابی کے لیے مبلغ ہونا اور اپنے مسلک کے لیے جنون کی حد تک لگن کا اظہار بنیادی شرطیں ہیں، ان پر سید احمد جیسا پیر اور شاہ اسمٰعیل جیسا مرید دونوں ہی پورے اُترے ہیں، لیکن جو سعادت اس مرید

۱۳ھ نظامی، خلیق احمد، تاریخی مقالات، ص ۲۵۰، دہلی ۱۹۶۶ء۔

۱۴ھ سید احمد خان، سر، آثار الصنادید باب چہارم، ص ۳۰، طبع سید الاخبار ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء۔

۱۵ھ گیلانی، مناظر احسن، سوانح قاسمی، ج ۱، ص ۶۳ طبع اول دیوبند۔

۱۶ھ سالک، عبد المجید، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ص ۶۴۹ لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ [س ن]۔

یکتائے روزگار کو حاصل ہوتی وہ بہت کم مریدوں کو حاصل ہوئی ہے ۔ بعض دفعہ خود مرشد اس مرید کی شہرت کے غبار میں گم ہو جاتا ہے۔[۱۷]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں :

انھوں نے عملاً عامۂ خلائق کے دین ، اخلاق اور معاملات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور جہاں جہاں ان کے اثرات پہنچ سکے ، وہاں زندگیوں میں ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا کہ صحابۂ کرام کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔ انھوں نے اتنے وسیع پیمانے پر، جو انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ہندوستان جیسے بر سرِ تنزل ملک میں بمشکل ممکن تھا جہاد کی تیاری کی اور اس تیاری میں اپنی تنظیمی قابلیت کا کمال ظاہر کر دیا ... انھوں نے صحیح معنوں میں روحِ اسلامی کا پھر ایک مرتبہ دنیا کے سامنے مظاہرہ کر دیا ... ان کے سامنے کوئی مقصد اس کے سوا نہ تھا کہ خلق اللہ کو جاہلیت کی حکومت سے نکالیں اور وہ نظامِ حکومت قائم کریں جو خالق اور مالک الملک کے منشا کے مطابق ہے ، اس غرض کے لیے جب وہ لڑے ، (تو) حسبِ قاعدہ اسلام یا جزیہ کی طرف پہلے دعوت دی اور پھر اتمامِ حجت کر کے تلوار اٹھائی اور جب تلوار اٹھائی تو جنگ کے اس مہذب قانون کی پوری پابندی کی جو اسلام نے سکھایا ہے ۔ کوئی ظالمانہ و وحشیانہ فعل ان سے سرزد نہیں ہوا ، جس بستی میں داخل ہوئے مصلح کی حیثیت سے داخل ہوئے ۔

ان کو ایک چھوٹے سے علاقے میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا ، اس میں انھوں نے ٹھیک اس طرز کی حکومت کی جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا گیا ہے ... ہر پہلو سے انھوں نے اس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا جو کبھی صدیق و فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے کی تھی۔ ... خیالات میں جو حرکت وہ پیدا کر گئے تھے اس کے اثرات ایک صدی سے زیادہ مدت گزر جانے کے باوجود اب تک ہندوستان میں موجود ہیں۔[۱۸]

نواب سر محمد ناصر الملک مرحوم مہتر آف چترال ایک نہایت مخلص انسان تھے ، اچھے شاعر اور علم دوست حکمران تھے ، بہت سے اوصاف کے حامل تھے ، شاہ اسمٰعیل شہید کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں زمزمہ پیرا ہیں :

---

[۱۷] عبد اللہ ملک ، بنگالی مسلمانوں کی صد سالہ جہدِ آزادی ، ص ۳۴۸۔ لاہور

[۱۸] مودودی ، سید ابو الاعلیٰ ، "تجدید و احیائے دین" مقالہ مشمولہ در "الفرقان" ، شاہ ولی اللہ نمبر ، ص ۹۲/۹۳

در یادِ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ:

اے قلم بنویس حالاتِ شہے | ثانیش پیدا نہ شد بعدش کسے
ہندیانِ خفتہ را بیدار کرد | بندگانِ نفس را احرار کرد
خونِ خود را در کہ و کہسار ریخت | لیک بیخ حریّت در ہند بیخت
اے ذبیح اللہ اسمٰعیل ما! | شد ندایت صورِ اسرافیل ما
در رہِ حق تیز چوں بشتافتی | ہادیِ دورانِ خود را یافتی
شرک و بدعت را زبن بر کندہٖ | گلشنِ دین را طراوت دادہٖ
ہم چو مجنوں خویشتن را سوختی | شیوۂ عشاق بخدا آموختی
اندر آں وقتے کہ در ہندوستاں | سنّت اندر ابرِ بدعت بد نہاں
گفت اسمٰعیل معبودم خدا ست | پیشوائے من محمد مصطفےٰ است
ترک بہ رسمے کہ در اسلام نیست | گم بکن شیوہ کہ در احکام نیست
صرف کردہ بیہدہ دولت چرا | کے خری خسراں تو اندر دو سرا
شرک را در دینِ احمد راہ نیست | بر تر از مشرک کسے گمراہ نیست
حاجتے خود را تو از خالق بجوئی | قبر کے کس را بہ بخشد آبروئی
آں نداند تا کسں را نہ زہا | پس بگیر عبرت ز احکامِ خدا

تو دریں گفتار اندیشک مماں
انّک لا تسمع الموتیٰ بخواں[۱۹]

---

۱۹ محمد ناصر الملک، "در یادِ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ" مشمولہ در مجموعہ مقالات "شاہ اسمٰعیل شہید" مرتبہ عبداللہ بٹ، ص ۲۹، ۳۰